قرآن حکیم میں ایمان کے نتیجہ میں جس قسم کی تنظیم کا ذکر ملتا ہے اس میں عشق و محبت کا جذبہ زیادہ کارفرما دکھائی دیتا ہے حقیقت یہ ہے کہ صرف سزا کا خوف دلا کر دلوں کی دنیا پر نہیں فتح حاصل کی جا سکتی بلکہ اس کے لیے عشق و محبت کا جذبہ ہی درکار ہے

چند آیتیں یہ ہیں

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۶۵/۴

"آپ کے رب کی قسم یہ لوگ اس وقت تک حقیقی مومن نہیں ہو سکتے ہیں جب تک اپنے تمام جھگڑوں اور قضیوں میں آپ کو حاکم نہ بنائیں اور ان کے دلوں کی ایسی حالت ہو جائے کہ جو کچھ آپ فیصلہ کر دیں اس کے خلاف کسی طرح کی کھٹک نہ محسوس کریں اور جس طرح کسی بات کا تسلیم کر لینا ہوتا ہے ٹھیک اسی طرح تسلیم نہ کر لیں۔

کسی کو دے کے دل کوئی نوا سنج فغاں کیوں ہو
نہ ہو جب دل ہی پہلو میں تو پھر منہ میں زباں کیوں ہو

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ۳۶/۳۳

جب کسی معاملہ میں اللہ اور اس کا رسول فیصلہ کر دے تو پھر کسی مومن اور مومنہ کو ماننے اور نہ ماننے کا اختیار نہیں باقی رہتا ہے۔

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا ۱۰۳/۳

سب مل جل کر (ہر لحاظ سے) اللہ کی رسی مضبوط پکڑ لو اور جدا جدا نہ ہو جاؤ۔

مذکورہ آیتوں میں (۱) "اعتصام بحبل اللہ" (۲) "لا یجدون فی انفسہم حرجا مما قضیت" (۳) "ویسلموا تسلیما" (۴) "ان یکون لہم الخیرۃ من امرہم" قرآنی تنظیم کی روح ہیں۔

ان آیتوں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ایمان کے لئے مرکزیت ضروری ہے اور پھر اس

مرکزیت کی ایسی اطاعت کی جائے کہ اپنی شخصیت اس میں گم ہو جائے اور اس کے حکم و فرمان کے آگے چون و چرا کی گنجائش نہ باقی رہے عہ

قرآنی تنظیم کے لئے صحابہ کرام کی زندگی کو دیکھنا چاہئے

قرآنی حدود و نقوش کے مطابق جس جماعت کی تنظیم ہوئی ہو اس کی یک جہتی اور یک رنگی کا اندازہ صحابہ کرامؓ کی زندگی سے لگایا جا سکتا ہے جن کی تنظیم سرکار دو عالمؐ نے بنفس نفیس خود فرمائی تھی اور جن کی صفت "کَاَنَّھُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ" سے بیان کی گئی ہے ان کی زندگی میں بنیادی حیثیت سے چند باتیں نمایاں تھیں:

۱- یہ سب آپس میں اور اپنے قائد کے ساتھ دل و جان سے عاشق تھے۔

۲- اجتماعی مقصد کو اپنا عین مقصد سمجھتے تھے۔

عہ ۱۹۱۲ء میں جب ٹرکی اور ریاستہائے بلقان سے جنگ شروع ہوئی تو اس میں ٹرکی کی پے در پے شکست کے بارے میں جنگ کے ایک خاص نامہ نگار کے رشحات قلم یہ ہیں:-

"میرے نزدیک ٹرکی کی شکست دو خاص اسباب کا نتیجہ تھی (۱) جرمن افسران اور جرمن طریقہ جنگ کی تقلید کامل (جو ان کی طبیعت اور مزاج کے موافق نہ ثابت ہو سکی) (۲) فوج کے افسران سے اس خالص اسلامی جوش کا فقدان جس کی موجودگی ترک سپاہیوں میں ناممکن التسخیر قوت پیدا کر دیتی تھی اور جس نے پچھلی جنگوں میں انھیں اپنے سے دو چند فوج کے مقابلہ میں ثابت قدم رکھا .... مذہبی جوش برابر گذشتہ جنگوں میں ترکوں کی کامیابی اور نصرت کا ضامن رہا آج بھی جو چند کامیاب جنرل موجود ہیں وہ سب قدیم اسکول (وضع) کے ہیں ان کے ماتحتوں کو ان پر پورا اعتماد ہے اور یہ اپنے اسلامی جوش کو ان میں حلول کر سکتے ہیں .... افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ نوجوان ترکوں سے اطاعت اور بزرگوں کے ادب و لحاظ کا مادہ بہت کچھ سلب ہو گیا ہے مذہب و اخلاق ان کے تمسخر کا آماجگاہ ہیں اور جائے حیف یہ ہے کہ سب چیزیں تو انھوں نے اجنبی قوموں سے سیکھ لیں لیکن ان کی خوبیاں کچھ نہ سیکھیں ایسی حالت میں جب کہ ترک افسروں کو نماز سے کوئی تعلق نہ ہو بلکہ وہ نشے میں مخمور رہتے ہوں اس کی توقع نہیں کی جا سکتی کہ اس کے سپاہی اپنے افسروں کے زیر کمان جی توڑ کر لڑیں گے جیسا ابھی کہا جا چکا ہے ان نوجوان ترکوں کی بڑی شامت یہ ہے کہ انھوں نے غیر اقوام کے معائب چن لئے ہیں لیکن ان کے محاسن نہ لئے کوئی ان سے پوچھے کہ جس وقت یہ مشکلات کے زغہ میں ہوتے ہیں یا جب میدان جنگ میں اظہار شجاعت کا موقع آتا ہے تو اس وقت یورپین لٹریچر سے واقفیت اور یورپین دار السلطنتوں کے گلی کوچوں کی خاک بیزی ان کے کس کام آتی ہے ۱۲ (فلسفۂ اجتماع صفحہ ۳۰۶)

(۳) ایک دوسرے کی مراعات اور پاسداری کو فرض عین جانتے تھے۔

(۴) اس کے باوجود ان کا شعور کامل تھا ان کا احساس بیدار تھا اور ان کی شخصیت منظم تھی جس کی بنا پر حریت اور مساوات کے دو اصولوں کا باہمی تصادم نہ ہونے پاتا تھا۔

جدید دنیا کے ماہر نفسیات نے ایسی تنظیم کو نہایت اعلیٰ قسم کی تنظیم شمار کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ ایسے اجتماعی معرکے اخلاقی ماہیت کو ترقی دیئے اور غلبہ حاصل کئے بغیر نہیں رہ سکتے ہیں۔[1]

ڈاکٹر "جوزیف ہیل" کہتا ہے

عرب جماعت میں بنیادی حیثیت سے دو خوبیاں پیدا ہو گئی تھیں اسلام کی تمام بعد کی جنگی کامیابیاں انھیں دو کی بناء پر تھیں

(۱) پابندی ضوابط اور

(۲) موت سے بے خوفی۔[2]

داعی انقلاب نے موت سے بے خوفی نہیں بلکہ موت کے ساتھ عشق پیدا کر دیا تھا صحابہ کرام موت کو حقیقی وجاودانی زندگی سمجھتے تھے اور زندگی کے اس فلسفہ پر ان کا یقین تھا۔

ع "ہے کبھی جاں اور کبھی تسلیم جاں ہے زندگی"

ایمان کا تقاضا پیہم حرکت اور مسلسل سعی و عمل ہے

قرآن حکیم میں بکثرت "امنوا وعملوا الصّٰلحٰت" ایمان کے ساتھ عمل صالح کا ذکر اس بات کی طرف رہنمائی کرتا ہے کہ حقیقی ایمان کے لئے "عمل صالح" کا پایا جانا لازمی ہے گویا اس کی نظر میں یہ بات محال ہے کہ کوئی قوم و جماعت کسی اصول و نظریہ پر ایمان کی مدعی ہو اور پھر وہ اس کو بروئے کار لانے کے لئے سرتاپا عمل نہ بن جائے۔

ایمان اور جمود ایمان اور بے حسی ایمان اور بے عملی دونوں ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتے ہیں اگر قومی زندگی میں یہ کیفیت پیدا ہو جائے تو سمجھ لینا چاہیئے کہ سچا اور سچا ایمان نہیں باقی رہ گیا ہے۔

چونکہ ایمان کا نتیجہ ہمیشہ عمل کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے اس لئے قرآن حکیم میں مومنوں کے واسطے

---

[1] ملاحظہ ہو معاشرتی نفسیات صفحہ ۲۲۸ مصنفہ ولیم میک ڈوگل ایف۔ آر۔ ایس [2] تمدن عرب صفحہ ۳۶ و ۳۷

دنیا میں "اعلون" بن کر رہنے ان کی مدد کرنے اور خلافت و نیابت کے حاصل ہونے کا وعدہ کیا گیا ہے

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۳/۱۳۹ — تم ہمت نہ ہارو غمگین نہ ہو اگر (سچے) مومن ہو تو تمہیں غالب رہو گے۔

وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ — ہمارے اوپر لازم ہے مؤمنوں کی مدد کرنا۔

آیۂ استخلاف میں ایمان و عمل صالح کے نتیجہ میں تین باتوں کا وعدہ ہے۔

(ا) یہ کہ غلبہ و اقتدار حاصل ہوگا "لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ"

(ب) یہ کہ اپنے نظریات و آئینِ حیات پر آزادی اور قوت کے ساتھ عمل کرنے کا موقع ملے گا۔ "وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى"

(ج) یہ کہ ہر طرف سے امن اور بے خوفی کا دور دورہ ہوگا۔ "وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا"

اسلامی تاریخ کے طالب علم جانتے ہیں کہ مذکورہ صداقتیں کس طرح اس کے دور اول میں ثابت ہو کر رہیں۔

پھر اجتماعی حیثیت سے جوں جوں ایمانی زندگی میں کمی آتی گئی اسی نسبت سے تنزل ہوتا گیا۔

ایمان اخلاقی مدرسہ اور نفسیاتی تربیت گاہ ہے

اس موقع پر یہ بات ذکر کر دینا ضروری ہے کہ قرآن حکیم میں صرف ایمان باللہ کے ذکر پر اکتفا نہیں کیا گیا ہے بلکہ اس کے ساتھ ایمان بالرسالت اور ایمان بالیوم الآخرۃ وغیرہ کو لازمی قرار دیا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ایمان باللہ کی تکمیل اس وقت تک ناممکن ہے جب تک اس کی بیان کردہ دوسری حقیقتوں پر ایمان نہ ہو۔ یہ مجموعۂ ایمان انسان کو وہ سب کچھ دے دیتا ہے جس کی ایک صالح اور نمونہ پر معاشرہ کو ضرورت ہوتی ہے مثال کے طور پر چند یہ ہیں

۱۔ اس مجموعہ کے ذریعہ ذہن انسانی کی تربیت ہوتی ہے۔

۲۔ ایسی سیرت پیدا ہوتی ہے جو زندگی پر چھا کر پوری دنیا بدل دیتی ہے۔

۳۔ خلوت و جلوت ہر موقع پر انسان کی امانت و دیانت اور عدالت و شرافت کی محافظت

ہوتی ہے۔

۴۔ اعلیٰ درجہ کی قوت ارادی پیدا ہوتی ہے۔

۵۔ خیالات پر قابو رکھنے، قوتِ فیصلہ کو مضبوط بنانے اور حرکات و سکنات میں شائستگی پیدا کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔

۶۔ زندگی کے ہر میدان میں سمجھ بوجھ کر قدم اٹھانے اور فکر و عمل کے ہر گوشہ میں عزم و احتیاط کے ساتھ کام لینے کا ملکہ پیدا ہوتا ہے جس کو قرآن حکیم نے "تقویٰ" کے جامع لفظ سے تعبیر کیا ہے "تقویٰ" ایک نہایت لطیف روحانی کیفیت ہے جس کا تعلق دل سے ہوتا ہے یہ کیفیت دل کو اتنا حساس بنا دیتی ہے کہ انسان خیر و شر میں تمیز کرنے لگتا ہے اور اتنا بیدار کر دیتی ہے کہ قدم ڈگمگانے کی صورت میں فوراً دل میں خلش محسوس ہونے لگتی ہے اسی بناء پر پیغمبر اسلامؐ نے قلبِ مومن پر اعتماد ظاہر کرتے ہوئے فرمایا تھا

استفت قلبك (الحدیث) اپنے قلب سے فتویٰ طلب کر لیا کرو۔

اور فراستِ مومن کے بارے میں فرمایا تھا۔

اتقوا فراسة المومن فانه ینظر بنور الله (الحدیث) مومن کی فراست سے ہشیار رہو کیوں کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

قلب مومن کی یہ حالت و کیفیت محض اس بناء پر ہوتی ہے کہ اللہ رب العزت اپنی جامعیت و کمالات کے ساتھ اس میں موجود ہوتے ہیں جیسا کہ ایک حدیث قدسی میں ارشاد ہے۔

لا یسعنی الا قلب مومن (الحدیث) میری سمائی بجز قلب مومن کے اور کہیں نہیں ہو سکتی ہے۔

دل را اگر تو صاف کنی ہمچو آئینہ در وے جمالِ دوست بہ بینی چو آئینہ

او در دلِ من است من اندر کفِ دمیم چوں آئینہ بدست من و من در آئینہ

ایمان کے ذریعہ ایک طرف یہ صلاحیتیں پیدا ہوتی ہیں اور دوسری طرف تمام ان باتوں سے

اجتناب ہوتا رہتا ہے جو اندرونی سرچشمہ کو گدلا کر کے بالآخر تمدن کے لئے مہلک ثابت ہوتی ہیں مثلاً جمود و تعطل، غفلت و قساوت، جہالت و حماقت، ہوسناکی و شہوت پرستی، حرص و طمع، فحش و بدکاری، ناشائستہ و غیر مہذب حرکات، جاہلانہ و سوقیانہ اطوار اور خلق خدا کی ایذا رسانیاں وغیرہ۔

مومنین کی نفسیاتی کیفیت اور ان کی اخلاقی حالت | ذیل میں چند آیتوں کا مفہوم ذکر کیا جاتا ہے جن سے مومنین کی نفسیاتی کیفیت اور ان کی اخلاقی حالت کا پتہ چلتا ہے۔

(۱) جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل دہل جاتے ہیں۔

(۲) جب اس کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ ان کے ایمان کو اور زیادہ کر دیتی ہیں۔

(۳) وہ ہر حال میں اپنے رب پر پورا بھروسہ رکھتے ہیں۔

(۴) نماز قائم کرتے ہیں۔

(۵) اور جو کچھ ہم نے انھیں دے رکھا ہے اس میں سے وہ خرچ کرتے ہیں ؎

"قیام صلوٰۃ" کو تنظیم ذہنی تربیت اور روحانی تقویت کے سلسلہ میں بہت اونچا مقام ہے جس کو نفسیات کے ماہرین زیادہ عمدگی کے ساتھ سمجھ سکتے ہیں اس لئے قرآن حکیم میں اس کی بہت تاکید آئی ہے۔ معاشرہ کی اصلاح کے لئے یہ بات نہایت ضروری ہے کہ معیشت متوازن ہو نہ اس میں حد سے زیادہ امیر ہوں اور نہ حد سے زیادہ غریب کیوں کہ معاشی عدم توازن بسا اوقات مذہب و اخلاق کے اونچے سے اونچے قلعوں کو مسمار کر دیتا ہے اسی طرح مذہب و اخلاق سے بے راہ روی انسان کو معاشی حیوان بنا ڈالتی ہے اس بنا پر اگر کسی قوم و جماعت کی اخلاقی اصلاح کرنی ہے تو اس کی معاشی زندگی ٹھیک کی جائے اور معاشی زندگی کو بہتر بنانا ہے تو اس کے اخلاق درست کئے جائیں گویا یہ دونوں لازم و ملزوم ہیں اور ایک کی اصلاح دوسری پر موقوف ہے آج کل کی اصلاحی و انقلابی تحریکیں بالعموم صالح معاشرہ کے قیام میں ناکام ہو رہی ہیں اس کی بنیادی وجہ ان دونوں میں کسی ایک سے غفلت ہے۔

اسی حقیقت کے پیش نظر قرآن حکیم نے زکوٰۃ اور انفاق فی سبیل اللہ پر بہت زور دیا ہے اور جس طرح انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصد اخلاقی و سماجی اصلاح تھا اسی طرح معاشی و اقتصادی اصلاح تھا۔

مومنین کے اعمال و اخلاق کی فہرست

(۶) ان کے دل میں اللہ کا خوف ہوتا ہے۔ (۷) آپس کے معاملات صلح اور صفائی کے ساتھ درست رکھتے ہیں۔ (۸) زندگی کے ہر گوشہ میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں سرگرمی دکھاتے ہیں ۸/۱ - (۹) اللہ کے علاوہ اور کسی سے نہیں ڈرتے ہیں ۳/۱۷۵ (۱۰) اپنی نمازوں میں خشوع اور خضوع رکھتے ہیں۔ (۱۱) نکمی باتوں اور لغو حرکتوں سے الگ رہتے ہیں۔ (۱۲) زکوٰۃ کی ادائیگی میں سرگرم رہتے ہیں۔ (۱۳) جائز صورتوں کے علاوہ اور صورتوں میں اپنے ستروں کی ہمیشہ حفاظت کرتے ہیں۔ (۱۴) اپنی امانتوں اور عہدوں کا پاس رکھتے ہیں۔ (۱۵) اپنی نمازوں کی حفاظت میں کوتاہی نہیں کرتے ہیں ۲۳/۱۱ - (۱۶) آخرت پر یقین رکھتے ہیں ۳۱/۴ - (۱۷) گذشتہ لغزشوں اور غفلتوں پر نادم ہو کر اور آئندہ کے لئے عزم و استقلال کے ساتھ اللہ کے دربار میں توبہ کرتے ہیں۔ (۱۸) زندگی کے ہر گوشہ میں عابدانہ شان نمایاں ہوتی ہے۔ (۱۹) اللہ کی حمد و ستائش کرتے ہیں۔ (۲۰) طلب علم معرفت حق اور جہاد فی سبیل اللہ وغیرہ کے لئے سیر و سیاحت کرتے ہیں۔ (۲۱) اللہ کے آگے قلب و جسم اور زبان پر رکوع اور سجود کی حالت طاری رہتی ہے (۲۲) نیکی کا حکم دیتے اور برائیوں سے روکتے ہیں یعنی اپنی اصلاح کے ساتھ دوسروں کی اصلاح کی فکر رکھتے ہیں اور دنیا میں حق و عدالت کے قیام کی جدوجہد کو اپنی ڈیوٹی سمجھتے ہیں۔ (۲۳) اللہ کی مقرر کی ہوئی تمام حدود (حقوق و فرائض) کی نگہداشت کرتے ہیں ۹/۱۱۲ - (۲۴) شدت و مصیبت کے وقت صبر و تحمل سے کام لیتے ہیں۔ (۲۵) قول و عمل میں سچے اور پکے ہوتے ہیں۔ (۲۶) رات کی آخری گھڑیوں میں اللہ کے حضور کھڑے ہوتے ہیں اور اس سے مغفرت طلب کرتے ہیں ۳/۱۷ (۲۷) خوشحالی و تنگ دستی ہر حال میں اللہ کے لئے خرچ کرتے ہیں۔ (۲۸) غصہ کی حالت میں بے قابو نہیں ہوتے بلکہ غصہ کو پی جاتے ہیں۔ (۲۹) لوگوں کا قصور معاف کر دیتے ہیں ۳/۱۳۴ - (۳۰) آپس